جناب منور سلطان ندوی

DNA ٹسٹ کی بنیاد پر ولدالزنا کے نسب کا ثبوت

زنا نہایت قبیح عمل ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ اور اس تک پہونچانے والے تمام راستوں کو بند کیا ہے، اس کے بعد بھی اگر کوئی اس جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے لئے شریعت نے سزا متعین کی ہے جو شادی شدہ مرد وعورت کے لئے رجم (پتھر مار کر ہلاک کرنا) اور غیر شادی شدہ لوگوں کیلئے سو کوڑا ہے، زنا سے متعلق یہ مسئلہ مشہور ہے کہ اس عمل کے نتیجہ میں ہونے والا بچہ ناجائز اور غیر ثابت النسب کہلاتا ہے، یعنی اس کا نسب زانی سے نہیں جوڑے جاتا، بلکہ اس کو ماں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، وہ ماں کی میراث کا حقدار ہوتا ہے، اسی طرح ماں اور دیگر قریبی رشتہ دار اس بچہ کے میراث سے حصہ پاتے ہیں۔ گزشتہ دنوں مصر میں زنا کا ایک واقعہ پیش آیا، جسے میڈیا نے خوب اچھالا تھا، اس موقعہ پر بعض علماء کی طرف سے یہ رائے سامنے آئی کہ جدید تحقیق D.N.A ٹسٹ کے ذریعہ یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ زنا سے پیدا ہونے والا بچہ کس کے نطفہ سے ہے یعنی اس کا اصل باپ کی تعین ہوگئی تو پھر اس بچہ کو باپ کی طرف منسوب کیا جانا چاہیے، اس طرح مصر کے چودہ ہزار غیر ثابت النسب بچوں کا مسئلہ حل ہوجائے گا...... ذیل کی سطروں میں یہ جائزہ لیا گیا ہے کہ سائنسی تحقیق سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کیا D.N.A ٹسٹ کی بنیاد پر ناجائز بچہ کا نسب باپ سے جوڑنا درست ہوگا، نیز اس سلسلہ میں جمہور علماء کی رائے کیا ہے اور معاشرہ وسماج پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

D.N.A ٹسٹ کی بنیاد پر ولدالزنا کا نسب باپ سے جوڑا جائے گا یا نہیں؟ اس سلسلہ میں علماء کی دو رائیں ہیں، متقدمین ومتأخرین، جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ ولدالزنا کا نسب کسی بھی صورت میں باپ سے نہیں جوڑا جائے گا، جب کہ بعض معاصر فقہا کی رائے یہ ہے کہ جوڑا جائے گا، ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ علامہ ابن تیمیہ، حافظ ابن قیم اور سلف کے بعض علماء کی رائے یہی ہے، پھر اس میں بچہ کو زندگی بھر کے عذاب سے بچانا ہے، گویا ان حضرات نے بچہ اور معاشرہ کی مصلحت کے پیش نظر جمہور علماء کے خلاف اس رائے کو اختیار کیا ہے۔

<u>فقہاء کے درمیان اختلاف کی بنیاد:</u> فقہاء کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ مذکورہ مسئلہ کی علت کیا ہے؟ کیا ولدالزنا کو اس کے باپ کی طرف منسوب نہ کرنے کی علت صرف یہ ہے کہ زنا میں یقینی طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ یہ بچہ کس کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ اس عورت سے اور بھی کسی نے یا کئی افراد نے یہ عمل کیا ہو، ایسی شکل میں کسی ایک کی طرف بچہ کو منسوب کرنے میں یہ امکان باقی رہے گا کہ وہ بچہ دوسرے مرد کا ہو، اس طرح بچہ کو باپ کے علاوہ دوسرے کی طرف منسوب کرنا لازم آئے گا، جب کہ ایسا کرنا حرام ہے (المبسوط ۱۷/۱۵۵)

اب جدید سائنسی تحقیق D.N.A ٹسٹ کے ذریعہ یقینی طور پر معلوم کیا جاسکتا ہے کہ یہ بچہ کس کے نطفہ سے ہے لہذا جب قطعی طور پر علم ہوگیا کہ بچہ کس کا ہے تو پھر اس بچہ کو اس کے باپ کی طرف منسوب کیا جانا چاہیے۔

فقہاء کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اوپر جو علت بیان کی گئی وہ اس مسئلہ کی اصل علت نہیں ہے' بلکہ ولد الزنا کو باپ کی طرف منسوب نہ کرنے کی اصل علت زنا کی قباحت اور شناعت ظاہر کرنا ہے' تا کہ جائز اور ناجائز نطفہ کے درمیان فرق باقی رہے' امام جصاص رازی لکھتے ہیں:

زنا کے قبیح ہونے کی عقلی دلیل یہ ہے کہ اس کے بچہ کا نسب باپ سے نہیں جوڑا جائے گا۔ کیونکہ زانیوں میں نسب جوڑنے کی حیثیت سے ایک دوسرے سے بڑا نہیں ہوتا' اسی طرح نسب جوڑنے کی صورت میں اصل رشتوں کو ختم کرنا اور رشتہ کی بنیاد پر میراث' نکاح اور صلہ رحمی کے تعلق سے جو حقوق و احکام متعلق ہوتے ہیں ان کو روکنا ہے اور بیٹے پر باپ کے جو حقوق ہیں ان کو پامال کرنا ہے' اسی طرح بہت سے حقوق زنا کے نتیجہ پامال ہوتے ہیں' یہ چیزیں عقلی طور پر قبیح اور عرف وعادت کے لحاظ سے عجیب ہیں' اسلئے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "الولد للفراش وللعاهر الحجر" بچہ شوہر کا ہوگا اور زانی کو پتھر ملے گا' کیونکہ اگر نسب کو رشتہ ازدواج اور جو اس کے حکم میں ہے اسی تک محدود نہ کیا جائے تو زانی کے مقابلہ میں شوہر نسب کے زیادہ حقدار کیسا ہوگا' اور یہ چیز نسب کو باطل کرنے اور اس سے متعلق حقوق و حرمات کو ساقط کرنے کا سبب بنے گی (احکام القرآن' ۳/۲۹۵)

اور امام سرخسی اپنی کتاب المبسوط میں لکھتے ہیں کہ نسب ایک نعمت ہے جب کہ زنا جرم ہے' اور مجرم نعمت کا مستحق نہیں ہوتا بلکہ وہ سزا کا حقدار ہوگا تا کہ آئندہ وہ اس فعل سے رکے (المبسوط' ۱۷/۱۵۵)

ابن قیم اور ابن تیمیہ کی رائے پر غلط تطبیق: معاصر فقہاء نے اس مسئلہ میں ابن قیم' ابن تیمیہ' اسحاق بن راہویہ' عروہ' سلمان بن یسار' حسن اور ابن سیرین جیسے فقہاء کی رائے پر اعتماد کیا ہے' حالانکہ یہ سب حضرات جمہور علماء کی طرح یہی رائے رکھتے ہیں کہ ولد الزنا کو باپ کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا' بلکہ اس کا نسب ماں سے جوڑا جائے گا' وہ اپنے باپ کا وارث نہیں ہوگا بلکہ ماں کے میراث سے حصہ پائے گا۔ امام نوویؒ نے اس مسئلہ میں فقہا کا اجماع نقل کیا ہے' وہ لکھتے ہیں: جب کسی نے عورت کے ساتھ زنا کیا اور اس عمل کے نتیجہ میں بچہ پیدا ہوا جو ممکن ہے اسی کا ہو...... اس مسئلہ میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس کا نسب زانی سے ثابت نہیں ہوگا اور وہ دونوں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے' حضور ﷺ کے ارشاد وللعاہر الحجر کا مطلب یہ ہے کہ زانی کو ناکامی و نامرادی اور رسوائی کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ (المجموع شرح المہذب' ۱۸/۳۷۲)

علامہ ابن رشد نے بھی اس سلسلہ میں علماء کا اتفاق نقل کیا ہے' (ہدایۃ المجتہد' ۲/۳۵۸) علامہ ابن عبد البر نے اس مسئلہ میں جمہور کے خلاف دوسری رائے کو جہالت اور غفلت پر مبنی بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ زانی سے متعلق اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ بچہ میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا' خواہ وہ اس کا دعویٰ کرے یا نہ کرے' بلکہ بچہ

اس عورت کے شوہر کا ہوگا' اور اس پر بھی تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اس بچہ کو زانی کی طرف نہیں' منسوب کیا جائے گا' خواہ وہ اس کا دعویٰ کرے یا اس سے انکار کرے' فقہاء کہتے ہیں کہ حضور کا ارشاد للعاھر الحجر کا معنی ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ تمہارے منہ میں خاک! یعنی تمہارے لئے کچھ نہیں' یہاں پتھر سے مراد رجم نہیں ہے بلکہ اس کے ذریعہ زانی سے لڑکے کی نفی کرنا مقصود ہے' اور اس لفظ میں اس کی وسعت موجود ہے' (التمہید لابن عبدالبر' ۸/ ۱۸۵)

صرف ابن قیم اور ابن تیمیہ نے اس اتفاقی مسئلہ سے ایک صورت مستثنیٰ کیا ہے کہ اگر زانی بچہ کو اپنی طرف منسوب کرنا چاہے اور زانیہ کسی کی زوجیت میں نہ ہو خواہ اس نے ابھی شادی نہ کی ہو' یا مطلقہ یا بیوہ ہو' تو ایسی شکل میں اس بچہ کو باپ کی طرف منسوب کیا جائے گا' جب کہ حسن اور ابن سیرین کی رائے یہ ہے کہ زانی پر حد جاری کرنے کے بعد بچہ کو اس کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے۔ (المغنی لابن قدامہ' ۶/ ۲۲۷)

اس مسئلہ سے متعلق ابن تیمیہ کے مجموعہ فتاویٰ ''الفتاویٰ الکبریٰ'' میں خود ان کے متعدد فتاویٰ موجود ہیں' جن کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے مذکورہ صورت میں بچہ کو باپ کی طرف منسوب کرنے پر زور دیا ہے' اس سلسلہ میں ابن تیمیہ کی رائے دلیل کے اعتبار سے کمزور ہے اور متعارض بھی' پھر بھی اگر ان کی دلیل مان لی جائے تب بھی مذکورہ مسئلہ میں D.N.A ٹسٹ کی بنیاد پر ولد الزنا کو باپ کی طرف منسوب کرنا درست نہیں ہوگا' کیونکہ ان کی رائے دلیل کے ضعف کے ساتھ قیاس کے بھی خلاف ہے اور مصلحت عامہ سے بھی میل نہیں کھاتی۔

<u>ابن قیم کا قیاس:</u> ابن قیم نے اپنی اس رائے پر قیاس کے ذریعہ استدلال کیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ صحیح قیاس کا تقاضہ یہی ہے' کیونکہ اس بچہ کا باپ زانیوں میں ایک ہے' جب بچہ کو ماں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے' ماں بچہ کا وارث بنتی ہے' اور بچہ ماں کا' اسی طرح اس بچہ کا رشتہ ماں کے رشتہ داروں سے بھی جوڑے جاتا ہے' حالانکہ اس عورت نے مرد سے مل کر زنا کا ارتکاب کیا ہے' اور بچہ دونوں کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے' دونوں اس عمل میں شریک ہیں اور یہ متفق علیہ بات ہے کہ بچہ دونوں کا ہے' اب ایسی صورت میں اگر اس بچہ کا دعویدار کوئی دوسرا نہیں ہے تو پھر اس کو باپ کی طرف منسوب کرنے میں کیا حرج ہے لہٰذا قیاس کا تقاضہ تو یہی ہے (زاد المعاد' ۵/ ۴۲۵)

حقیقت یہ ہے کہ یہ قیاس درست نہیں ہے' بلکہ یہ قیاس مع الفارق ہے' کیونکہ ماں سے بچہ کا نسب ولادت کی بنیاد پر ثابت ہوتا ہے' اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بچہ اسی ماں سے پیدا ہوا ہے' جب کہ باپ کا مسئلہ اس کے برعکس ہے' پھر شریعت نے زنا کے نطفہ کا اعتبار نہیں کیا ہے' اور اگر اس قیاس کو مان بھی لیا جائے تو یہ نص کے خلاف قیاس کرنا ہوگا' جو کہ درست نہیں ہے۔

<u>نتائج کا خیال:</u> مجتہد اور مفتی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اجتہاد اور فتویٰ میں نتائج کو بھی سامنے رکھیں' کیونکہ ان کی ذمہ داری صرف مسئلہ بتانے کی نہیں ہے' بلکہ وہ جو حکم بیان کر رہا ہے اس کے انجام اور نتائج واثرات پر نظر رکھنا بھی ضروری ہے' مذکورہ مسئلہ میں اگر ولد الزنا کے نسب کو اس کے باپ سے جوڑنا درست قرار دیا جائے تو اس سے

بہت سی پیچیدگیاں پیدا ہوں گی مثلاً ۱۔ ولد الزنا کو باپ کی طرف منسوب کرنے میں برائی کو فروغ حاصل ہوگا' اور اس سے شرعی نکاح اور زنا کے درمیان برابری کرنا لازم آئے گا' اس وقت صرف مصر میں زنا سے پیدا شدہ چودہ ہزار بچے ہیں' اگر اس رائے پر فتوی دیا جائے تو یہ تعداد چالیس ہزار سے بھی بڑھ سکتی ہے' مصر کا یہ نتیجہ زنا سے متعلق معاشرہ کی ناراضگی اور حمل کے خوف کے بعد ہے' اگر معاشرہ بھی اس کی ہمنوائی کرنے لگے تو یہ تعداد کہاں تک پہونچ سکتی ہے!

۲۔ جو عورت کسی مالدار شخص میں دلچسپی رکھتی ہو' اس کو بس اتنا کرنا پڑے گا کہ وہ کسی طرح اسے اپنے جال میں پھنسالے اور اس سے حاملہ ہو جائے' پھر بچہ کا نسب اس سے جڑ جائے گا اور وہ مذکورہ شخص کے بہت سے رشتہ داروں کو اس کے ترکہ سے حصہ پانے میں مانع ہوگا۔ ۳۔ اس رائے کو اختیار کرنے کی صورت میں بہت سے شرعی نصوص کو باطل کرنا لازم آئے گا۔ ۴۔ ولد الزنا کو باپ سے منسوب کرنا صرف رجسٹر میں خانہ پری کے لئے نہیں ہوگا' بلکہ اس نسب کی بنیاد پر بہت سے شرعی مسائل اور حقوق متاثر ہوں گے۔ مثلاً:

(الف) وہ باپ کے میراث میں حصہ پائے گا' اس کی وجہ سے دوسرے وارثین اس ترکہ سے محروم ہو جائیں گے۔ مثلاً اگر وہ لڑکا ہے تو میت کے بھائی اور دیگر قریبی رشتہ دار میراث میں حصہ پانے سے محروم رہ جائیں گے' جبکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ولد الزنا کسی کا وارث نہیں ہوگا' اور نہ کوئی ولد الزنا کا وارث ہوگا' (مصنف ابن ابی شیبہ' ۷/۳۸۱)

(ب) محرم سے متعلق جو مسائل ہیں مثلاً محرم کے لئے عورت کے ساتھ تنہائی کی اجازت' اس کے سامنے زیب و زینت کا اظہار' اور اس کے ساتھ سفر کی اجازت وغیرہ' یہ ساری چیزیں اس بچہ کے ساتھ ثابت ہو جائیں گی۔

(ج) اس کی وجہ سے مختلف رشتے اور سسرالی رشتے حرام ہو جائیں گے۔ (د) اس کے اخراجات باپ پر لازم ہوں گے۔ اسی طرح باپ کا نفقہ اس پر لازم ہوگا۔ (ہ) اس کی پرورش باپ کے ذمہ ہوگی۔ (و) قتل خطاء میں اس کی دیت باپ پر واجب ہوگی' اور باپ کی دیت میں وہ شامل ہوگا۔ (ز) اس کے نکاح میں ولایت' اسی طرح کے مال میں ولایت باپ سے متعلق ہوگی۔ (ح) رشتہ داروں سے متعلق صلہ رحمی کے احکام اس سے متعلق ہوں گے۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے مسائل ہیں جو اس نسب کی وجہ سے متاثر ہوں گے۔

حقیقی مصلحت کا فقدان: D.N.A ٹسٹ کی بنیاد پر جو لوگ ولد الزنا کو باپ کی طرف منسوب کرنے کی رائے پیش کرتے ہیں وہ اس سلسلہ میں مصلحت کو اپنی دلیل بناتے ہیں اور اس سے مراد بچہ کی مصلحت ہوتی ہے کہ اس واقعہ میں وہ بالکل بے قصور ہے' زنا سے پیدا شدہ کتنے ہی بچے نیک و صالح بنے' اور مختلف میدانوں میں آگے بڑھے ہیں' لہذا اسکو باپ کی طرف نسبت کرنے سے منع کر کے ہم ان پر ظلم کیوں کریں' حالانکہ ہمیں D.N.A ٹسٹ کے ذریعہ یقینی طور پر اس کا علم ہو چکا ہے۔

جو لوگ اس مسئلہ میں مصلحت کا رونا روتے ہیں ان سے پوچھنا چاہیے کہ ایسے بچوں کے لئے یہ بہتر ہے کہ وہ باپ کے بارے میں کچھ جانے بغیر پرورش پائیں اور سمجھیں کہ وہ مر گئے یا کہیں چلے گئے یا وہ بغیر باپ کے ہیں' یا پھر یہ

بہتر ہے کہ اسے معلوم ہو کہ وہ فلاں سے زنا کی اولاد ہے' جو اس سے اپنا نسب جوڑنا نہیں چاہتا' بلکہ شرعی عدالت کے دباؤ میں اس کو قبول کر رہا ہے' اور دنیا والے بھی اس کو اسی حیثیت سے جانے؟ کیا یہ چیز اس بچہ کو باپ کے قتل کرنے پر آمادہ نہیں کرے گی' کہ اس کی وجہ سے وہ دنیا میں ذلیل وخوار ہو رہا ہے۔ مزید یہ بھی تصور میں لائیں کہ اگر یہ بچہ کسی لڑکی کو پیغام دیتا ہے یا کسی مناسب عہدہ کے لئے درخواست دے اور لڑکی والے اسی طرح اس عہدہ سے متعلق ذمہ داران کو اس بچہ سے متعلق حقیقت کا علم ہو جائے تو اس بچہ کے حق میں باپ کا جاننا بہتر ہوگا یا نہ جاننا؟

ان احکام سے متعلق شریعت نے جن مصالح کی رعایت کی ہے وہ اصلاً تمام انسانوں کیلئے نفع بخش ہیں' جب ہم ولد الزنا اور اسکے نسب کے سلسلہ میں غور کریں تو شریعت ایک صاف وشفاف معاشرہ وجود میں لانا چاہتی ہے' جس میں برائیاں نہ ہونے کے برابر ہوں' اس کیلئے شریعت نے جملہ اسباب کو اختیار کیا ہے' ان اسباب میں پہلے حفاظتی روک' پھر قانونی گرفت اور پھر اخیر میں سزا ہے اور سزا ہی میں سے ایک زانی باپ کا بچہ کو اپنی طرف منسوب کرنے سے روکنا ہے' خواہ وہ اسے اپنی طرف منسوب کرنا ہی کیوں نہ چاہے' اس طرح شریعت نے زنا تک پہونچنے کے سارے اسباب کو ممنوع قرار دیا ہے' پھر اس برائی میں پڑنے کا جو اصل محرک ہے اس کا حل نکاح کی شکل میں بتایا ہے' اب اگر کوئی اپنی غربت کی وجہ سے نکاح پر قادر نہیں ہے تو سماج کے ذی حیثیت افراد کو اس کے تعاون پر آمادہ کیا ہے اور خود ان نوجوانوں کیلئے بھی غنا کا وعدہ کیا ہے' اب اگر اسکے بعد بھی زنا کا عمل ہوتا ہے تو پھر اسے ایسی سخت سزا دی جائیگی جو دوسروں کیلئے سامان عبرت ہو' اور وہ سزا رجم اور کوڑے مارنا ہے' یہ سزا معاشرہ کو ان آلودگیوں سے پاک رکھنے کیلئے ہے' البتہ اس عمل سے پیدا شدہ بچہ تو بے گناہ ہے' اس گناہ میں اس کا کوئی دخل نہیں ہے' اسلئے شریعت نے ان بچوں کی زندگی کی ضمانت دی ہے' اسی طرح گرے پڑے بچوں کیلئے بھی ایسا انتظامات کئے ہیں جن سے انکی زندگی محفوظ رہ سکتی ہے

خلاصہ یہ کہ ولد الزنا کے نسب سے متعلق بعض معاصر فقہاء نے جو رائے پیش کی ہے وہ کسی بھی لحاظ سے درست نہیں ہے' اگر اس رائے کے مطابق فتویٰ دیا گیا تو شرعی نصوص کو باطل کرنے کے علاوہ سماجی اور معاشرتی اعتبار سے بھی اس کے اثرات بڑے بھیانک ثابت ہوں گے' اس مسئلہ میں مضبوط اور قابل اعتماد رائے جمہور علماء کی ہے کہ ولد الزنا کو صرف ماں کی طرف منسوب کیا جائے گا باپ کی طرف نہیں' خواہ زانی اس کا دعویٰ کیوں نہ کرے۔ D.N.A ٹسٹ سے اس مسئلہ میں کوئی فرق نہیں پڑے گا' بعض دیگر مسائل میں D.N.A ٹسٹ سے فائدہ اٹھایا گیا ہے' مثلاً **اسپتال میں مختلف خواتین کے بچے ہوں' اور متعدد بچوں کے مل جانے سے حقیقت مشتبہ ہو جائے کہ کون بچہ کس کا ہے اور** شرعی اصول کے مطابق گواہی فراہم نہ ہوں تو D.N.A ٹسٹ کی بنیاد پر فیصلہ کیا جائے گا' اسی طرح حدود وقصاص کے علاوہ دیگر مسائل کی تحقیق میں قاضی اس ٹسٹ سے فائدہ اٹھا سکے گا' اور اس ٹسٹ کی حیثیت قرینہ قاطعہ کی ہوگی (ملخص از الرسالہ مصر شمارہ: ۲۲' ذی الحجہ ۲۷ھ)